مولانا محمد اسحٰق بھٹی

سعودی حکومت کیلئے علمائے اہلحدیث کی خدمات

دولت سعودیہ کے سعود خاندان کی عظمت کا پہلا دور 1765ء سے شروع ہو کر 1813ء میں سعود بن عبدالعزیز کی وفات پر ختم ہو گیا تھا۔ سعودی حکومت کی تاریخ میں اسے سعود کبیر کہا جاتا ہے۔ پھر اسی سعود کبیر کے فرزند ترکی نے از سر نو خاندانی حکومت کی داغ بیل ڈالی اور ترکی کے بیٹے فیصل نے پہلی مرتبہ 1834ء سے 1838 تک (چار سال) اور دوسری مرتبہ 1843 سے 1865 تک (بائیس سال) حکومت کی۔ چھبیس ستائیس سال کی اس مدت حکمرانی سے عالم عرب میں اس خاندان کا وقار بہت بڑھ گیا اور اس کے اثر و رسوخ کے دائروں نے بڑی وسعت اختیار کی۔ 1865 میں فیصل فوت ہوا تو اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خاندان کی حکومت ختم ہوگئی اور حائل کا امیر ابن رشید ان کے ملک پر قابض ہو گیا۔ فیصل کے چھوٹے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ جسے امیر عبدالرحمٰن کہا جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن کے بیٹے عبدالعزیز تھے جنہوں نے آگے چل کر عوام میں سلطان ابن سعود کے نام سے شہرت پائی۔ وہ موجودہ شاہ فہد کے والد تھے۔

سلطان عبدالعزیز ابن سعود

20 ذی الحجہ 1297ھ (23 نومبر 1880) کو دولت سعودیہ کے دارالحکومت ریاض میں پیدا ہوئے۔ اس وقت اس خاندان کے مستقبل کا مطلع بے حد تاریک تھا۔ وہ صرف آٹھ نو برس کے تھے جب ان کے والد امیر عبدالرحمٰن کو وطن چھوڑنا ہوا۔ اہل و عیال اور تمام متعلقین اس وقت ان کے ساتھ تھے۔ ایک عرصے تک کہیں جائے پناہ نہ مل سکی۔ آخر کویت میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی مقام پر غریب الدیار عبدالعزیز (ابن سعود) جوانی کو پہنچا۔

ریاض کی تسخیر

امیر عبدالرحمٰن نے ایک دو مرتبہ والی کویت کے ساتھ مل کر حائل کے رشیدی خاندان سے جنگیں کیں لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ 1901 کے آخر میں نوجوان عبدالعزیز تین یا چار سو مجاہدین کے ساتھ صحرائی علاقے میں نکل گیا۔ 11 جنوری 1902 کو عید الفطر کی نماز ایک مقام ابو جفان میں ادا کی جو ریاض سے قریب ایک گاؤں تھا۔ اس وقت دو سو آدمی عبدالعزیز کے ساتھ رہ گئے تھے۔ 12 جنوری کو عبدالعزیز نے اچانک ریاض کا رخ کر لیا۔ سورج غروب ہوا تو دو سو میں سے صرف چالیس آدمیوں کو ساتھ لیا، باقی سب کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور تاکید کر دی کہ اگلے دن دوپہر تک ہماری طرف سے

> جو کارنامہ اس سے قبل ہزاروں جنگ جو انجام نہ دے سکے تھے، عبدالعزیز نے ان پندرہ ساتھیوں کی مدد سے انجام دے دیا۔ بے شک عرب بالخصوص نجد کے عرب شجاعت و ہمت کے پیکر تھے، لیکن صرف پندرہ آدمیوں کے ساتھ ریاض جیسے دارالحکومت کی تسخیر میں کامیاب ہو جانا۔ سلطان عبدالعزیز کا ایک محیر العقول کارنامہ تھا

کوئی اطلاع نہ پہنچے تو سمجھ لینا کہ ہم اپنے وطن کو محکومی سے نجات دلانے کی کوشش میں قربان ہو گئے ہیں۔ پھر جلد از جلد کویت پہنچ جانا۔

اندھیری رات میں یہ چالیس آدمی ریاض پہنچے۔ ریاض کے باہر عبدالعزیز نے پچیس آدمیوں کو روک کر اپنے بھائی محمد کو ان کا امیر بنایا۔ انہیں بھی تاکید کر دی کہ صبح تک ہماری خبر نہ ملے تو واپس چلے جانا۔ اب صرف پندرہ آدمی رہ گئے تھے جو مسافرانہ حیثیت سے ریاض میں داخل ہوئے۔ رات سرکاری قلعے کے سامنے ایک بے آباد مکان میں گزاری رات بھر قہوہ پیتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ صبح کی نماز پڑھ کر قلعے پر حملے کی تیاری کر لی۔ قلعے کا دروازہ کھلتے ہی رشیدی حاکم باہر نکلا۔ عبدالعزیز اپنے پندرہ ساتھیوں کو لے کر بجلی کی طرح اس پر جا گرا۔ حاکم مارا گیا اور عبدالعزیز ریاض پر قابض ہو گیا۔ جو کارنامہ اس سے قبل ہزاروں جنگ جو انجام نہ دے سکے تھے، عبدالعزیز نے ان پندرہ ساتھیوں کی مدد سے انجام دے دیا۔ بے شک عرب بالخصوص نجد کے عرب شجاعت و ہمت کے پیکر تھے، لیکن صرف پندرہ آدمیوں کے ساتھ ریاض جیسے دارالحکومت کی تسخیر میں کامیاب ہو جانا۔ سلطان عبدالعزیز کا ایک محیر العقول کارنامہ تھا۔

حجاز کی فتح

اس کے بعد فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور عبدالعزیز اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ 1925ء میں انہوں نے حجاز فتح کر لیا۔ اور 8 جنوری 1926ء کو فاتح کی حیثیت سے وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اب مکمل طور پر انہیں حرمین شریفین کی خدمت کا اعزاز حاصل ہو گیا تھا۔ 1927ء میں وہ نجد و حجاز کے فرمانروا قرار دیئے گئے اور انہیں بین الاقوامی حیثیت کا حکمران مانا گیا۔

عرب سرداروں سے خطاب

جلالۃ الملک عبدالعزیز (ابن سعود) کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے آبائی علاقوں کو رشیدیوں کے قبضے سے نکال کر ان میں خالص اسلامی حکومت قائم کی۔ اس پورے خطے میں شریف حسین کے زمانے میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور حجاج کے قافلے رہزنوں کے ہاتھوں ہمیشہ خطرات میں گھرے اور لوٹ مار کا شکار ہوتے رہتے تھے۔ اب یہ سلسلہ تھوڑے عرصے میں بالکل ختم ہو گیا تھا اور تمام ملک میں امن و سلامتی کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔ 1927ء میں حجاز پر قبضہ کرتے ہی ابن سعود نے ملک کے تمام بدو سرداروں اور مختلف قبائل کے سرکردہ لوگوں کو جمع کیا اور ان میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس ملک میں کسی ڈاکو، کسی قاتل، کسی چور اور کسی بدامنی پھیلانے والے کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ خدا نے اس علاقے کے متعلق فرمایا ہے: کہ ومن دخلہ کان آمنا (جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ اپنے آپ کو امن میں سمجھے) لیکن تم نے اسے غارت گری کا علاقہ بنا رکھا ہے۔ اگر تمہارے پاس کھانے پینے اور پہننے کی کمی ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے، جسے میں ہر صورت میں پورا کرنے کو تیار ہوں۔ میری بات اچھی طرح سن لو کہ اگر آج کے بعد اس ملک میں کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا جس کا تعلق لوٹ مار، قتل و غارت گری سے ہوا تو میں اس امن گاہ میں تم میں سے کسی شخص کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تاکہ باہر سے آنے والے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے والوں کا نشان تک باقی نہ رہے۔ دیکھو! میں اس ملک کا باشندہ ہوں اور یہاں کے حالات سے باخبر ہوں، تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے''۔

سلطان ابن سعود نے 9 نومبر 1953 کو وفات پائی۔ ان کی وفات پر مولانا اسماعیل غزنوی

> ٹھیک ہے میں سلطان کی پیشکش قبول کر کے اس اسلامی ملک کی خدمت میں مصروف ہو جاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم میرے لئے تین ہزار روپے ماہانہ کا انتظام کر دو تاکہ میں اس رقم سے اپنے مصارف پورے کرتا رہوں، سلطان سے تنخواہ لیکر میں یہ خدمت نہیں کر سکتا۔ اسلام اور مسلمانوں کی صحیح طور سے خدمت اسی صورت میں کی جا سکتی ہے، جبکہ مجھ پر سلطان کا کوئی مالی احسان نہ ہو

مرحوم نے 27 نومبر 1953ء کے ''الاعتصام'' میں ایک مضمون لکھا تھا اس مضمون لکھا تھا اس مضمون کا ایک اقتباس یہاں درج کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مولانا اسماعیل غزنویؒ فرماتے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا ایک واقعہ

سلطان نے ایک دفعہ غیر منقسم ہندوستان کے مسلمان زعماء کو جمع کیا، جن میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سید دہلوی شامل تھے۔ ان میں ایک بہت بڑے ترک فاضل ادیب ثروت بھی شریک تھے۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس محفل میں موجود تھا۔ اس مجلس میں یہ طے پایا کہ ہر شخص اپنی زندگی کا ایک ایسا واقعہ بیان کرے جس سے اس کی خدمت اسلام کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ چنانچہ اپنی باری پر سلطان نے بھی ایک واقعہ سنایا، جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ سلطان کیسے مسلمان تھے۔

''جنگ عظیم کے زمانے میں سعودی عرب دوحصوں میں بٹا ہوا تھا۔ حجاز ترکوں کے قبضے میں تھا۔ اور شریف حسین وہاں کا گورنر تھا۔ اور نجد پر سلطان عبدالعزیز ابن سعود کی فرمانروائی تھی۔ جب اس جنگ میں ترکوں نے انگریزوں کا ناک میں دم کردیا تو انہوں نے ابن سعود کو ترکوں کے خلاف اکسانے کیلئے اپنے ایک نمائندے گلبرٹ کلٹن کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ امیر نجد اگر چاہیں تو ترکوں سے اپنے آباءواجداد کا بدلہ لینے کا یہ بڑا صحیح وقت ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ابن سعود کے آباء واجداد کے ساتھ ترکوں نے جو مظالم روا رکھے تھے ان سے تاریخ کے ابواب خالی نہیں ہو سکتے۔ لیکن سلطان نے انگریزوں کے پیامی کو یہ جواب دے کر نامراد واپس کردیا کہ یورپی طاقتیں اس وقت ترکوں کے خلاف اسلئے برسرپیکار نہیں کہ انہوں نے میرے اجداد کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ وہ اس لئے ترکوں سے لڑ رہے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان حالات میں کوئی صورت ایسی نہیں جو مجھے ترکوں سے آمادہ جنگ کرسکے بلکہ جہاں تک ممکن ہوا، میں ترکوں کی امداد کروں گا۔ اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا یہی فرض ہے چنانچہ اس جنگ میں ایک موقعے پر کہیں ترک افواج دشمن کے محاصرے میں آگئیں۔ جب ابن سعود کو معلوم ہوا تو انہوں نے ستر ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے جو اس وقت ان کی ساری پونجی تھی ان کی امداد کو بھیج دیئے اور اسلام دشمن یورپی طاقتوں کے خلاف ہر طرح سے مستعد رہے''۔

''ادیب ثروت نے مذکورہ واقعہ سننے کے بعد اپنے ملک کی طرف سے سلطان کا شکریہ ادا کرنا چاہا مگر انہوں نے یہ کہہ کر ترکی نمائندے کو خاموش کردیا کہ آپ پر میرا یہ احسان نہیں، ایک مسلمان کی حیثیت سے اس وقت میرا یہی فرض تھا کہ میں ہر طرح انگریزوں کی چالوں میں آنے سے بچوں اور مسلمانوں کی حمایت کروں۔

> **ایک مسلمان کی حیثیت سے اس وقت میرا یہی فرض تھا کہ میں ہر طرح انگریزوں کی چالوں میں آنے سے بچوں اور مسلمانوں کی حمایت کروں**

اہلحدیث علمائے کرام سے مراسم کا آغاز غزنوی اہل علم سے ہوا

اب آیئے مختصر الفاظ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سعودی حکومت سے برصغیر کے اہلحدیث اکابر علمائے کرام کے مراسم کا آغاز کب سے ہوا؟ اور پہلے پہل ان کا تعارف کن حضرات سے ہوا اور کس طرح ہوا، اور پھر کس انداز سے آگے بڑھا؟

یہ اس زمانے کی بات ہے جب نجد پر حائل کے ابن رشید کا قبضہ ہو چکا تھا اور اس کے اصل حکمران امیر عبدالرحمن اپنے بیٹے عبدالعزیز اور خاندان کے دیگر ارکان کے ساتھ کویت میں پناہ گزینی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزندان گرامی، مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا گرم کشمیری چادروں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں بعض عرب ملکوں میں آمد ورفت کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک مرتبہ وہ کویت گئے تو وہاں امیر عبدالرحمن اور انکے فرزند عبدالعزیز سے ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں باپ بیٹا اور ان کے خاندان کے افراد ان غزنوی برادران کے علم وعمل اور

تقویٰ شعاری سے بے حد متاثر ہوئے اور ان سے تفسیر وحدیث کی چند کتابیں پڑھیں۔

پھر حالات ایسے پیدا ہوئے کہ سلطان عبدالعزیز نے ریاض فتح کرلیا اور تھوڑے عرصے میں پورا نجد ان کے زیر نگیں آ گیا۔ انہوں نے مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی کو ریاض تشریف لے جانے اور وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی اور اس پر اصرار کیا، مگر ان حضرات نے حکومت کے ساتھ بہت زیادہ تعلقات قائم کرنا اور قائم رکھنا مناسب نہیں

سعودی حکومت کے موجودہ حکمران شاہ فہد کے والد) نے مولانا عبدالواحد غزنویؒ کے فرزند گرامی قدر مولانا اسماعیل غزنویؒ کو اپنی حکومت کی طرف سے ہندوستان میں حجاج کرام کا نمائندہ مقرر کر دیا۔ جس کی حیثیت وزیر حج کی تھی۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا، جس کا سعودی حکومت کیطرف سے انہیں مستحق قرار دیا گیا۔

1926 میں سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) نے موتمر عالم اسلامی کا اجلاس طلب کیا تو اس میں مولانا عبدالواحد غزنوی کو بھی کی دعوت دی گئی اور

> جا کے صبا پیام دے نجد کے شہسوار کو
> ہم بھی ہیں تیرے منتظر موڑ ادھر مہار کو
> چھائی ہوئی ہے خامشی عالم حال وقال میں
> حشر بپا ہو ہر طرف زخم لگا وہ تار کو

سمجھا، لہٰذا اپنے وطن امرتسر تشریف لے آئے۔ یہ اولیں رابطہ تھا جو برصغیر کے اہل حدیث علمائے کرام اور سعودی حکومت کے ارباب اختیار کے درمیان ہوا۔ لیکن اس وقت وہ ''ارباب اختیار'' جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔ پھر برسر اقتدار آئے تو انہوں نے ان حضرات کو یاد رکھا۔

اس کے بائیس تئیس سال بعد عبدالعزیز نے حجاز فتح کرلیا اب مکے اور مدینے پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا تھا اور وہ شاہ نجد وحجاز قرار پا گئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ غزنوی خاندان کے عالی مرتبت اصحاب علم کو نہیں بھولے۔ سلطان عبدالعزیز (یعنی

مولانا اسماعیل غزنویؒ کو بھی۔ مولانا اسماعیل غزنویؒ کے سلطان ممدوح اور ان کے خاندان کے ارکان حکومت سے ہمیشہ قریبی مراسم رہے اور حج کے مواقع پر انہیں اکثر سلطان کی قربت حاصل رہتی تھی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو مسلمانان عالم سے تعلق کے بارے میں سلطان نے ایک مجلس میں بیان کیا جس میں مولانا اسماعیل غزنویؒ موجود تھے (اس کا ذکر گذشتہ سطور میں کیا جاچکا ہے۔) مولانا عبدالواحد غزنویؒ نے 1930 کو اور ان کے فرزند مولانا اسماعیل غزنوی نے 1960 کے ماہ جون کی 13 اور 14 تاریخ کی

درمیانی شب کو وفات پائی۔ ان کے ایک صاحبزادے سعودی حکومت کے ایک بڑے منصب پر فائز رہے۔

مولانا عبدالقادر قصوری

مولانا عبدالقادر قصوری برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے ایک عظیم رکن تھے۔ مکہ مکرمہ میں موتمر عالم اسلامی کا جو اجلاس 1926 میں ہوا تھا، اس مین سلطان ابن سعود نے مولانا عبدالقادر قصوری کو بھی دعوت شرکت دی تھی، اور وہ مولانا عبدالقادر قصوری کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے تھے ایک موقعے پر انہوں نے علیحدگی میں مولانا سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔

مولانا نے فرمایا: لوگوں کی خدمت کو اپنا معمول بنا لیجئے اور ان کے پاس خود پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ جتنی زیادہ ان کی خدمت کریں گے اتنا ہی ان کے نزیک مستحق تکریم قرار پائیں گے۔

سلطان نے کہا: میں بہت بھاگ دوڑ کرتا ہوں اور خود لوگوں کے پاس پہنچ کر براہ راست ان کے حالات وضروریات سے آگاہی حاصل کرتا ہوں پھر انہوں نے مولانا کو اپنے پاؤں دکھائے اور کہا کہ اس بھاگ دوڑ میں میرے پاؤں پھٹ گئے ہیں۔

مولانا نے کہا: سلطان معظم! میری بات یاد رکھئے، جب تک آپ کے پاؤں پھٹے رہیں گے اور ان میں بوائیاں موجود رہیں گی، آپ لوگوں کے خادم تصور کئے جائیں گے۔ جب پاؤں کے زخم مندمل ہو جائیں گے اور ان میں سختی کی بجائے نرمی

آ جائے گی تو پھر سمجھ لیجئے گا کہ آپ کی سعی و ہمت کا سلسلہ نرم پڑ گیا ہے۔

(یہ واقعہ مولانا عبدالقادر قصوریؒ کے بڑے صاحب زادے مولانا محی الدین احمد قصوری متوفی 24 جنوری 1971 کا بیان کردہ ہے)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ سلطان نے مولانا سے کہا آپ سعودی عرب آ جائیے اور میری کابینہ کے وزیر کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تعاون کیجئے، لیکن مولانا نے فرمایا کہ میرا اپنے ملک کی سکونت ترک کر کے یہاں آنا مشکل ہے۔ میں وہیں رہ کر اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

مولانا نے حجاز سے واپس آ کر اپنے عزیزوں کو وہاں کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا آپ سلطان کی پیش کش قبول کر کے وہیں رہ جاتے اور اس اسلامی ملک کی خدمت کرتے۔

فرمایا: ٹھیک ہے میں سلطان کی پیشکش قبول کر کے اس اسلامی ملک کی خدمت میں مصروف ہو جاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم میرے لئے تین ہزار روپے ماہانہ کا انتظام کر دو تا کہ میں اس رقم سے اپنے مصارف پورے کرتا رہوں، سلطان سے تنخواہ لیکر میں یہ خدمت نہیں کر سکتا۔ اسلام اور مسلمانوں کی صحیح طور سے خدمت اسی صورت میں کی جا سکتی ہے، جبکہ مجھ پر سلطان کا کوئی مالی احسان نہ ہو۔

مولانا عبدالقادر قصوریؒ نے بروز دوشنبہ 16 نومبر 1942 کو پانچ بجے شام لاہور میں وفات پائی اور دوسرے روز صبح کے وقت قصور میں دفن کئے گئے۔

قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ

حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ (سیشن جج ریاست پٹیالہ) برصغیر کے جلیل القدر عالم دین اور ممتاز ترین سیرت نگار تھے ان کی تصنیفات میں ''رحمۃ للعالمین'' کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے پہلا حج 1921 میں اور دوسرا 1930 میں کیا۔ دوسرے حج کے موقع پر ان کی ملاقات سلطان ابن سعودؒ سے ہوئی وہ قاضی صاحب کی خاص علمی باتیں سن کر نہایت متعجب ہوئے اور جب انہیں کسی نے بتایا کہ یہ ہندوستان کے بہت بڑے مورخ اور سیرت نگار ہیں تو انہیں بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے قاضی صاحب سے کہا کہ وہ سعودی حکومت کی یہ خدمت کریں کہ اس کی پوری تاریخ قلم بند کر دیں، اس موضوع سے متعلق آپ کو ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائی جائیں گی۔ یہ آپ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا قاضی صاحب نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا، لیکن افسوس ہے کہ اس کام کا آغاز ہی نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ حج سے واپسی پر جہاز ہی میں جمعۃ المبارک کے روز 30 مئی 1930 کو قاضی صاحب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا اسماعیل غزنویؒ بھی اس جہاز میں سوار تھے۔ قاضی صاحب کا جنازہ انہی نے پڑھایا اور میت کو سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا گیا۔ قاضی صاحب فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے۔ اپنے متعلق ان کا ایک شعر ہے جسے الہامی شعر کہنا چاہئے یہ شعر انہوں نے جہاز میں حج کیلئے احرام باندھتے ہوئے کہا تھا

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا
مجھے عمر رواں آب رواں معلوم ہوتی ہے

مولانا غلام رسول مہر

مولانا غلام رسول مہر 15 اپریل 1895 کو ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب) کے موضع پھول پور میں پیدا ہوئے جو جالندھر شہر سے چھ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ نہایت ذہین تھے، حافظہ بڑا مضبوط پایا تھا۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور متعدد انگریزی اور عربی و فارسی کتابوں کے اردو ترجمے کئے۔ اچھے شاعر اور بہت بڑے اخبار نویس تھے۔ مولانا ظفر علی خان کے زمانے میں کئی سال روزنامہ ''زمیندار'' کے ایڈیٹر رہے۔ پھر اپریل 1927 میں خود اپنا اخبار ''انقلاب'' جاری کیا، جو اپریل 1949 تک جاری رہا۔ اس کا آخری شمارہ 10 اپریل کو شائع ہوا تھا۔

جس زمانے میں سلطان ابن سعود نے حجاز فتح کیا اور ان کے خلاف ہندوستان کے بعض لوگوں نے مقابر و مزارات کے انہدام کے پروپیگنڈے کی مہم شروع کی، اس زمانے میں مولانا غلام رسول مہرؒ ''زمیندار'' کے ایڈیٹر تھے۔ سلطان کی حمایت میں انہوں نے مسلسل اداریئے لکھے اور نہایت مدلل اور زور دار اسلوب میں سلطان کا دفاع بھی کیا اور ان کے مخالفین پر سخت حملے بھی کئے۔ اسی بنا پر مولانا غلام رسول مہر نے 1930 میں حج بیت اللہ کیا اور سلطان سے کئی ملاقاتیں کیں۔ مولانا اسماعیل غزنویؒ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مولانا مہر مرحوم جہاز میں قاضی

صاحب کے جنازے میں شامل تھے۔ وہ 16 نومبر 1971 کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

برصغیر کا ہر پڑھا لکھا شخص حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کی ذات اور خدمات گوناگوں سے آگاہ ہے۔ وہ سلطان ابن سعود کی دعوت پر 1926 کی موتمر عالم اسلامی میں شامل ہوئے۔ انہوں نے ہمیشہ سلطان کی حمایت کی۔ انہدام قبول وغیرہ کے سلسلے میں اہل ہند کے ایک طبقے نے ان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا تھا، اس موقعے پر ملک کے جن اصحاب علم اور اہل قلم نے ان کے موقف کی تائید کی اور ان کی مساعی کو حق بجانب ٹھہرایا، ان میں حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری کا اسم گرامی قابل ذکر ہے۔ انہوں نے اپنے اخبار ''اہلحدیث'' میں سلطان کے حق میں مضامین لکھے اور تقاریر و خطبات میں ان کی بے پناہ حمایت کی۔ سلطان سے ان کی خط و کتابت بھی رہی اور بعض خطوط میں سلطان نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا نے 15 مارچ 1948 کو سرگودھا میں وفات پائی۔

مولانا ظفر علی خانؒ

مولانا ظفر علی خاں بہت بڑے شاعر، تیز قلم مقالہ نویس، عظیم سیاسی رہنما اور بلند پایہ مقرر تھے۔ حق گوئی ان کا شیوہ اور صحت مقال ان کا پیشہ تھا۔ صحیح بات کہنے سے کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی تھی۔ وہ سلطان ابن سعود کے بہت بڑے مداح اور موید تھے۔ انہوں نے اپنا اخبار ''زمیندار'' سلطان کی حمایت کیلئے وقف کردیا تھا۔ بہت سی نظمیں انہوں نے سلطان کی حمایت میں لکھیں۔ متعدد مرتبہ سلطان نے بذریعہ تار ان کو اپنے ملکی حالات سے مطلع کیا۔ اور جو عناصر ان کے درپے آزار تھے، ان کی نشاندہی کی۔ مولانا نے بھی ہر موقعے پر سلطان سے رابطہ قائم رکھا اور جو گروہ سلطان کی مخالفت پر کمر بستہ تھا، نظم و نثر میں اس کو آڑے ہاتھوں لیا، فرماتے ہیں۔

پھر لا رہا ہوں وجد میں دیوار و در کو میں
پھر کر رہا ہوں یاد میں ابن سعود کو
پھر تاکتی ہے گردن آہوئے دشت نجد
تار کمند رحمت رب ودود کو
پھر وہ شرار مجمر جاں سے ہوا بلند
جس نے کیا ہے نعل در آتش نمرود کو
گر ہے جزیرۃ العرب اسلام کا محیط
موج اس کی جان لیجئے اس کے وجود کو

آخری شعر ہے:

شامل ہو اس کے حال کو اللہ کا کرم
ایفا کیا ہے، جس نے نبی کے عقود کو

''شہسوار نجد'' کے عنوان سے ایک نظم کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

جا کے صبا پیام دے نجد کے شہسوار کو
ہم بھی ہیں تیرے منتظر موڑ ادھر مہار کو
چھائی ہوئی ہے خامشی عالم حال وقال میں
حشر بپا ہو ہر طرف زخم لگا وہ تار کو
ابن سعود کو ملا مرتبہ ید اللّٰہی
تازہ بہانہ مل گیا رحمت کردگار کو
ساقیِ دلنواز نے خم کدۂ حجاز سے
دی ہے شراب خانہ ساز ہند کے بادہ خوار کو

''امیر المومنین ابن سعود'' کے عنوان سے چند شعر حاضر ہیں۔

جب اٹھاتا ہے حجاب آستین ابن سعود
آنکھ سے لاتا ہے نذر گوہر میں ابن سعود
اپنے مولا سے کرا لیتا ہے نذر اپنی قبول
کعبہ کی دہلیز پر رکھ کر جبین ابن سعود
جس کو دنیا میں لٹایا تھا رسول اللہ نے
ہے اسی گنج سعادت کا امیں ابن سعود
لرزہ براندام ہے باطل کہ گونجا نجد میں
بیشۂ اسلام سے شیر عریں ابن سعود
لکھئے اس کو حار ِمیں شرعِ مبیں عبدالعزیز
کہئے اس کو حامیِ دینِ مبیں ابن سعود
ہم زبان پھر قدسیوں کا ہو کے کہئے برملا
ہے لقب اس کا امیر المومنین ابن سعود

''خادم الحرمین الشریفین'' کے عنوان سے پانچ شعر۔

اے کہ ہے تو زینت تاج و نگیں
تجھ سے ہے آرائش دنیا و دیں
تو اس امانت کا ہے گنجینہ دار
چھوڑ گئے جس کو رسول امیں
غیب کی تائید ہے حصہ ترا
ان اللہ لمع المحسنین
فتح کی تیرے لئے آئی نوید
ازلفت الجنة للمتقین
ایدك اللہ بنصر عزیز
وفقك اللہ بفتح مبین

مولانا ظفر علی خانؒ نے اس طرح کی بہت سی نظمیں لکھیں، انہوں نے 27 نومبر 1956 کو وفات پائی۔

مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامی

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی سلجھے ہوئے ذہین اور عالی نظر عالم دین تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ''الہلال'' میں کام کرتے رہے۔ مولانا آزاد ان کی علمی اور فکری صلاحیتوں کے مداح تھے۔ کافی

عبدالرحمٰن! تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو، میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا، سعادت مند شاگرد نے جواب دیا: استاذ محترم ! کاسۂ سر حاضر ہے۔ لیکن بات وہی صحیح ہے جو یہ فقیر عرض کر رہا ہے

عرصہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں عربی ادب کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ ان کے زمانے میں لکھنو سلطان ابن سعود کی مخالفت کا گڑھ تھا اور فرنگی محلی علماء ابن سعود کی اصلاحی اور دینی مساعی کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ ابن سعود کی تائید میں تقریر کر رہے تھے کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی جو ان کے استاذ مکرم تھے طیش میں آ گئے اور بولے:

عبدالرحمٰن! تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو، میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا، سعادت مند شاگرد نے جواب دیا: استاذ محترم ! کاسۂ سر حاضر ہے۔ لیکن بات وہی صحیح ہے جو یہ فقیر عرض کر رہا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی 1899 میں پیدا ہوئے اور عین عالم جوانی میں 6 مارچ 1926 کی صبح کو اس عالم فانی سے کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ

ابتدا میں خانوادہ غزنویہ کے بعض ان اکابر علماء کرام کا تذکرہ ہو چکا ہے جنہوں نے حکومت سعودیہ عربیہ کو اپنے تعاون اور ہمدردی کا مستحق ٹھہرایا۔ اور ہمیشہ دل و جان سے ہر موقعے پر اس حکومت کا ساتھ دیا، اس خاندان کے ایک عظیم رکن حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ تھے، جنہوں نے اپنے اسلاف کی طرح سعودی حکومت کی اس دور میں حمایت کی جب برصغیر کا ایک گروہ تحریری اور تقریری صورت میں اس کی مخالفت کو ضروری قرار دیتا تھا۔ مولانا غزنویؒ تقریروں میں بھی سعودی حکومت کے موقف کو مبنی برصحت قرار دیتے رہے۔ اور اپنے اخبار ہفت روزہ ''توحید'' میں بھی اس کی حمایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا نے 16 دسمبر 1963 کو اس دنیا فانی سے منہ موڑا اور جنت کی راہ لی۔

اس مختصر مضمون میں تفصیلات میں جانا ممکن نہیں، صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ ماضی میں برصغیر کے تمام اہل حدیث علماء و زعماء اور عوام و خواص نے سعودی حکومت کی ہر موقعہ پر حمایت کی ہے اور اب بھی وہ اس کے خادم ثابت ہوئے ہیں۔ اب بھی اس جماعت سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کے پوری طرح حامی مؤید اور خدمت گزار ہیں اور یہ حمایت و تائید اور خدمت خالصۃ لوجہ اللہ ہے۔

دعائے صحت

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب ناظم جامعہ محمدیہ توحید آباد شیخوپورہ بعارضہ فالج ولقوہ صاحب فراش ہیں۔ موصوف کچھ عرصہ سروسز ہسپتال میں زیر علاج رہے اب بحمد اللہ روبصحت ہیں اور گھر پر ہی تشریف رکھتے ہیں۔ قارئین سے اپیل ہے کہ مولانا موصوف کی صحت کیلئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی خدمت کر سکیں۔

(ادارہ)

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں

تقریب اختتام صحیح بخاری و جلسہ عام

بتاریخ 14 اکتوبر 2003 بروز منگل نماز مغرب سے رات گئے تک پروگرام جاری رہے گا۔

جس میں ممتاز علماء و مشائخ عظام اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

تفصیلی اشتہار عنقریب شائع ہو جائے گا۔

(ادارہ ترجمان الحدیث)